خواجہ میر دردؔ اور ان کا فارسی کلام

Key words: khwaja Mir Dard # Andleeb # Abdul Qadir Jeelani # Mohammad Saleh # Khwaja Nasir # Mir Taqi Mir # Baha uddin # Asghar Hussain Khan #

ڈاکٹر ظفر امام
دہلی یونیورسٹی، دہلی

Abstract: Khwaja Mir Dard was a great Urdu and Persian poet of 18th century and a sufi saint of highest order of Naqshbandi order. He has seen the confused status of once mightiest era of Mughal of eighteenth century which was declining under the onslaught of external and internal force which impelled Delhi residents to either leave Delhi or lead a forlorn life like a sufi saint. Khwaja Mir Dard's heart also burnt but he did not quit Delhi but accepted a saintly life which could be seen in his poetical composition left behind by him. It would be highly injustice to claim to highlight his Persian works in this short space but the writer has endeavoured to give a brief sketch of his life and his Persian poetries. Unlike many of his contemporaries and predecessors, Mir Dard has written extensively in both Rubai and Ghazal genre which makes him an outstanding amongst many of his time.

چکیدہ: خواجہ میر دردؔ کا زمانہ تیموریوں کی عظیم الشان سلطنت کا شیرازہ بکھرنے کا زمانہ تھا جب اورنگ زیب کے فوت کے بعد حکومت کا باگ ڈور سنبھالنے والے بعد کے حکمراں اس قدر جلیل القدر اور دور بین نہیں تھے جو ہندوستان جیسی عظیم سلطنت کا اقتدار سنبھالتیا وراس کو منتشر ہونے سے بچا پائے۔خواجہ میر اسی زمانہ کا عینی شاہد ہے جب مسلمان امراء وشرفاء اس زبوں حالات سے ہمت ہار کر دلی چھوڑ رہے تھے یا شکست خاطر ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر رہے تھے لیکن خواجہ صاحب کی پرورش اور اہل دل کے دل آویز صوفیانہ فکر وخیال نے انہیں حوصلہ بخشا اور کم عمری میں اپنے قلعہ کی جولانی دکھانی شروع کی اور اپنے اردو اور فارسی کلام کے توسط سے اپنی خداداد دقیق النظر اور مشاہدات کا جلوہ منظر عام پر لایا۔ان کی رباعیات جس میں انہیں عالمگیر شہرت ملی ان کے علاوہ ان کی غزلیں اس قدر تغزل اور عنایت میں ڈوبی ہوئی ہیں کہ اسے فارسی زبان کے بہترین شعراء کی صف میں رکھی جاسکتی ہے غزل ہو یا رباعی ان کے صوفیانہ فکر ہی میں ان کا تصور عشق پنہاں ہے۔

خواجہ میر دردؔ اردو کے ہی ممتاز شاعر نہیں بلکہ فارسی زبان میں مشہورِ زمانہ رہا ہے ان کے ہمعصر مرزا مظہر کا میدان سخن غزل تھا لیکن دردؔ کے سرمایۂ سخن غزل اور رباعی دونوں رہا ہے۔ بہر حال ان کی فارسی کلاموں کی خوبیوں کا احاطہ کرنا ناممکن ہوگا لیکن پھر بھی کوشاں ہیں کہ ان چند صفحات میں ان کی زندگی اور فارسی کلام کے بارے میں مختصراً قلم بند کروں۔

خواجہ میر درد 1720ء میں دہلی میں خواجہ محمد ناصر عندلیب کے گھر پیدا ہوئے۔ان کے دادا گیارہ واسطوں سے حضرت بہاءالدین نقشبندی کی اولاد میں سے تھے اور خود ان کا تیرہ واسطوں سے حضرت امام عسکریؑ کے فرزندان میں شمار ہوتا ہے۔

''حضرت بہاءالدین نقشبندی قدس سرہٗ العزیز کہ از سادات حسینی صحیح النسب اند و بیازدہ واسطہ جد پدری بندہ اند..... وایشان بہ سیزدہ واسطہ فرزند امام عسکریؑ ھستند و ما بیست و پنج واسطہ۔''[1]

جدّہ کی جانب سے آپ کا سلسلہ نسب حضرت عبدالقادر جیلانیؒ تک پہنچتا ہے اپنے نام کی وجہ تسمیہ بتاتے ہوئے علم الکتاب میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

''ومیر ہمہ از القاب سادات است و بجائے کلمہ سید استعمال می کند واکثر درفرزندان حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ.......متعارف است وجدّہ فقیر یعنی والدۂ حضرت قبلہ گاہی.......از فرزندان حضرت ایشان اند۔''۲

آپ کے آباواجداد بخارا سے ہندوستان آئے تھے خواجہ میر درد کے چھوٹے بھائی کی مثنوی ''بیان واقع'' کے ان اشعار سے اس کا پتہ چلتا ہے۔

آں نسب نامہ کہ از عہد بعید تا بوقت ما معنن می رسد
ثبت بروی بود بہر اعتبار دستخط ومہر شہان نامدار
از بخارہ ہمرہ جد کلان آمدہ پیش شہ ہندوستان ۳

آپ کے جدِّ امجد خواجہ محمد طاہر عہد عالمگیر کے ایک بہت بڑے بزرگ تھے اور عالمگیر ان کا بہت احترام کرتا تھا۔ یہ احترام خواجہ صاحب کے دلّی چھوڑنے تک قائم رہا۔ عالمگیر ان کے علاوہ ان کے بھائیوں اور اولاد کو بھی بنظر احترام دیکھتا رہا اور انہیں اعلیٰ مناصب بھی عطا کیے۔ چنانچہ خواجہ محمد صالح کو جو خواجہ طاہر کے بڑے بیٹے تھے، منصب اعلیٰ کے ساتھ اپنی بھتیجی آسائش بانو، دختر مراد بخش کا رشتہ بھی دیا۔ اس کا ذکر خود خواجہ محمد ناصر عندلیب نے اپنی تصنیف ''رسالہ ہوش افزا'' میں اس طرح کیا ہے:

''آن شاہ عاقبت اندیش خواجہ محمد صالح را منصب نمایاں عطا کردو با دختر برادر خویش شاہزادہ محمد مراد بخش کتمد اگر دانیند''۴

اس طرح خواجہ طاہر کے دوسرے بیٹے خواجہ محمد یعقوب کو بھی منصب اعلیٰ تھا اور ان کی شادی بھی مراد بخش کی دوسری لڑکی سے شادی کردی گئی، خواجہ ناصر رسالہ مذکورہ میں لکھتے ہیں:

''برادر دیگرش را کہ خواجہ محمد یعقوب نامہ داشت ہم منصب عمدہ

بخشیدہ وہمہ دختر شہزادہ مذکور بحبالہ نکاحش در آورد''۵

خواجہ محمد طاہر کے تیسرے بیٹے کا نام خواجہ فتح اللہ خاں تھا جو خواجہ درد کے جد امجد تھے انہیں بھی اونگ زیب نے منصب سے نوازا اور شاہی خاندان میں شادی کرنے کی پیشکش بھی کی لیکن وہ نواب سر بلند خان میر بخشی کی سگی بہن سے شادی کر لی۔

شجرۂ خواجہ میر درد

خواجہ محمد طاہر	خواجہ صالح	خواجہ محمد یعقوب
خواجہ فتح اللہ خاں	نواب ظفر اللہ خاں	خواجہ محمد ناصر عندلیب
میر محمود محفوظ	خواجہ میر درد	سید میر	خواجہ میر اثر

خواجہ محمد ناصر عندلیب:۔

خواجہ میر درد نے خواجہ محمد ناصر کی تاریخ وفات ۱۱۷۳ھ بعمر چھیا سٹھ برس لکھی ہے۔۶

اس لحاظ سے آپ کی تاریخ ولادت ۱۱۰۶-۷ بنتی ہے۔

خواجہ محمد نام اور تخلص عندلیب کرتے تھے اپنے نام اور تخلص کا ذکر انہوں نے خود رسالہ ہوش افزا میں کیا ہے:

''.......بندہ قاصر فقیر محمد نام کہ عندلیب تخلص دارد.......''۷

خواجہ میر درد نے اپنے والد سے بے پناہ عقیدت کے باعث انہیں بہت سے القابات وخطابات سے یاد کیا ہے مثلاً مظہر اکمل حق تعالیٰ، زبدہ الواصلین، قدوۃ الکاملین، امیر المحد ثین وغیرہ۔

خواجہ محمد ناصر عندلیب کے دوسرے بیٹے خواجہ میر درد تخلص کرتے تھے جو ان کے نانا میر سید حسینی قادری نے رکھا تھا درد خود لکھتے ہیں:

''چنانچہ ابن اسم فقیر کہ خواجہ میر است وقت تولد بندہ بزرگوار

والدہ ? سید العارفین حضرت میر سید محمد حسین قادری...... گذاشتہ اند۔''۹

آپ کی ابتدائی تعلیم کے بارے میں معاصر تذکرہ نویسوں سے ہمیں کوئی خاص علم حاصل نہیں ہوتی ہے لیکن متاثر تذکرہ نویسوں نے اس متعلق ضمناً کہا ہے کہ علوم رسمیہ اور متداولہ وغیرہ اپنے والد سے حاصل کیے اور مفتی دولت سے مثنوی پڑھی۔۱۰

لیکن دردؔ نے خود اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے والد کے ایماء پر مختلف علوم حاصل کیے۔

''بموجب ایمامی جناب اقدس آن حضرت (یعنی ناصر) در وسط جوانی کسب علوم از عقائد و معقولات واصول وتصوف وغیرہ بقدر ضرور نمودہ ام۔''۱۱

اس سے ظاہر ہے کہ اپنی تعلیم اپنے والد امجد کے سوا کسی دوسروں سے بھی حاصل کیا اگر چہ انہوں نے کسی ایسے استاد کا ذکر اوران سے حاصل کی گئی علوم کا ذکر کرنا از حد ضروری نہیں سمجھا۔

دردؔ بہت ہی قابل وذہین شخص تھا ان کی ذہانت کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ جب وہ پندرہ سال کے ہی تھے کہ حالت اعتکاف میں ایک رسالہ نماز کے اسرار ورموز پر ایک بہت ہی پر معنی تحریر کردی جس سے اپنی ذہانت کا لوہا ماننے لگے۔ جب وہ انتالیس سالے کے ہوئے تو ''واردات'' اوراس کے بعد اس کی شرح میں ایک ضخیم کتاب بنام علم الکتاب لکھی۔۱۲

بعض معاصر تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ وہ فوج میں ملازم تھے لیکن فوج کا پیشہ انہیں ترک کردیا اور مادی دنیا کو ترک کر کے وہ گوشہ نشین ہو گئے۔

''در عہد فردوس آرامگاہی سپاہی پیشہ بود۔ درآخر ترک روزگار کردہ

برسجادہ درویش نشستہ بود۔'' ۱۱؎

اس طرح دیگر ارباب شعراء ومشاہیر روزگار نے دردؔ کے مادی دنیا ترک کرنے اور گوشہ نشینی گزین کرنے کے مناسبت اپنی رائے اظہار کیے ہیں مثلاً مصحفی، یحیٰ اور خواجہ ناصر نذیر فراق وغیرہ نے اپنی الگ رائے دی ہیں لیکن خود دردؔ نے رسالہ نالۂ درد ۱۱۹۰ھ مطابق میں لکھا ہے جس میں گوشہ نشینی اختیار کرنے کے متعلق کہتے ہیں:

''سخن چند روزہ است کہ من ہم درین گلستان چون گل دلِ شگفتہ داشتہ وز رنقد سخنان نغز بخاطرمی اپناشتم ومحافل گونا گوں را از سخنان رنگارنگ رشک گلزاری نمودم۔ واکنون کہ مانند غنچہ پژمردہ یک دل افسردہ در سینہ یافت می شود چناں خنکی ودل سردی در مزاج تاراج شدہ بہم رسیدہ وخاطر فاتر را آن قدر بسوی کنج وحدت کشیدہ خلوت دوست ساختہ است کہ چہ جای درچار شدن باہناں روزگار دیدن روی خود ہم در آئینہ خوش نمی آید۔'' ۱۲؎

دردؔ درویشی اختیار کرنے کے باوجود اپنی زندگی تعم سے گذاری اور اپنی زندگی توکل، قناعت اور استغناء میں گزاری۔ اگر چہ ملک میں لوٹ و مار، قتل وغارت کا بازار گرم تھا اور ان کے دوست واحباب جسا شغل شعر گوئی تھا اگر چہ ملک کو خیر آباد کہہ چکے تھے لیکن ان کے پائے ثباتی کا عالم یہ تھا کہ کبھی دہلی سے منتقل کا خیال نہیں آیا اس پر آشوب اور دور داردو گیر میں گذارا میر حسن نے اسی مناسبت سے اس طرف اشارہ کیا ہے:

''اکثرے از دست عسرت پریشان شدہ بہ طرفے رفتند لیکن آن ثابت قدم تکیہ بر توکل نمودہ قدم از جا نبرداشت۔'' ۱۳؎

آپ بیشتر اوقات عبادت الٰہی وریاضت میں گذارتے تھے انہوں نے خود فرمایا ہے کہ تہجد گزاری میں انہیں راحت محسوس ہوتی جس کا ذکر انہوں نے خود کیا ہے:

''در اخیر شب تنہا نماز تہجد گزاردن وبضوع وخشوع متوجہ الی اللہ

ماندن بسیار خوش می آید و گریہ وزاری در چنین وقت نہایت استیلا می نماید وحق تعالیٰ عجب عجب الطاف وعنایت میفر ماید وامیر وارام کہ مدام توفیق تہجد گزاری اعطا شود ہیچ شب از دست مین بید دستگاہ بتعطیل نرود۔۱۴

ان کی یہ عادت ریاضت بچپن میں ہی پڑ چکی تھی لیکن ان سب عادتوں کے باوجود وہ ایک خشک قسم کے انسان نہیں تھے بلکہ شعر گوئی سے بھی اچھا خاصا لگاو؟ تھا اور شاعروں میں اپنی ہنر شعر گوئی اور سخن گوئی کا اظہار کرتے تھے اوراس کا یہ عالم تھا کہ ان کے گھر میں ہر سال مشاعرہ کا انعقاد ہوا کرتا تھا جو بعد کے عرصہ میں کچھ بنا پر میر تقی میر کے گھر میں مجلس مشاعرہ انعقاد ہونے لگا اس ضمن میں میر تقی میر نے فرمایا کہ:

’مجمع را شما اگر بخانہ خود معین بکنید بہتر است۔نظر بر اخلاص آن مشفق عمل کردہ آمد۔‘‘۱۵

خواجہ میر دردؔ کے والد ناصر عندلیب اپنے زمانے کے مشہور فارسی شاعروں اور خدا رسیدہ بزرگ تھے انہیں کہ آغوش تربیت میں پرورش پا کر اوران کے فیوض سے دوویشانہ تعلیم اور مذہبی اور روحانی قدروں سے آشنا ہوئے فارسی وعربی کے علاوہ قرآن وحدیث، فقہ وتفسیر معرفت وتصورات اور علم موسیقی پر قدرت رکھتے تھے۔انہوں نے عندلیب کی رعایت اپنے لیے درد تخلص پسند کیا جوایک فارس مقطع سے ہویدا ہے دردؔ از بس عندلیب گلشن وحدت شدہ است جلوۂ روی گلی اوراغزال خوان می کند

آپ اردو اور فارسی زبان کے مشہور ومعروف شاعر تھے جس کا اعتراف آپ کے تمام ہم عصر اور بعد کے تذکرہ نویسوں اور نقادوں نے کیا ہے میر تقی میر نے انہیں ’’جوش بہار گلستان سخن،عندلیب خوش خان چمن این فن۔گردیزں نے ’’از شعرائے ممتاز زمانہ‘‘اے جیسے الفاظ سے یاد کیا ہے ان کی آپ نے نہ تو کسی کی ہجو کی

اور نہ ہی مدح سرائی میں اپنے قلم کو آلودہ کیا بلکہ حتی الامکان ان اصناف سے گریز کیا خود فرماتے کہ:

''شاعری چندان کمالے نیست کہ مرد آدمی آن را پیشہ خود سازد وبر آن بنازد مگر اینکہ ہنری از ہنر ہای انسانی است بشرطیکہ مشروط صلہ ستانی وجا بجا دویدن بناشد ومدح وہجو گفتن برای دنیا اتفاق نشود والا قسمتی از اقسام سوال ست وبر طماعی وبد نفسی دال۔''۱۷

آپ کی مزاج میں شاعری اگرچہ پیوست کرگئی تھی لیکن اس کے علاوہ وہ موسیقی کے بھی دلدادہ تھے۔ خود موسیقار تھے اور اس فن سے متعلق ایک رسالہ ''حرمت غنا'' بھی تحریر کیا۔ ان کی موسیقی کا یہ عالم تھا کہ بڑے سے بڑے گویئے آپ کے فیض حاصل کرنے آپ کے یہاں حاضر ہوئے۔ علم موسیقی میں آپ کی استادی کا ذکر آپ کے ہمعصر تذکرہ نویسوں نے کچھ اس طرح رقم زدن کی ہے:

''چوں در علم موسیقی ہمہ مہارت تامہ داشت اکثر از استادان این فن بوسیلہ ؟ بیعت حاضر مجلس اومی گشت۔''۱۸

''در علم موسیقی بدرجہ مہارت بود کہ سرآمد سرود سراپان میاں فیروز خان از جناب کرامت کہ مآب ایشان نقش درس می کرد۔''

خواجہ میر درد کی تصنیفات جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے تصنیف وتالیف اور شعر وادب کی طرف انکار رجحان بچپن ہی سے تھا اپنی خداداد ذہن اور لیاقت کا مظاہرہ اپنی کم عمری میں ہی شروع کردی تھی۔ اپنی زندگی کے دوسرے دہائی کے پڑاو ؟ میں ہی تھے کہ ان کے صوفی پسند والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اسی بنا پر بائیس برس کی عمر میں فقر وتصوف کے سجادہ پر بیٹھ گئے۔ شاعری، تصوف، صبر وتوکل اور استغنا وتقدس انہیں ورثہ میں ملا تھا اور اس میں اپنی پاکبازی، بزرگی، خداشناسی، خودداری اور عبادت وریاضت سے اس قدر مشہور ہو گئے کہ ان کی مجلس وعظ ونصیحت میں بادشاہِ وقت بھی اپنے تخت کو

چھوڑ کر ان کے یہاں آئے اور ان کی روح پرور و پروقار نصائح سے اپنے آپ کو تسلی بخشتے تھے اس لیے ہ سوائے ذکر اللہ اور صوفیانہ تعلیم کے ان کے مجلس میں دوسری دیگر نامعقول و ناروا سخنوں سے گریز کیا جاتا تھا۔ چونکہ وہ صوفی پسند تھے اور صوفیوں کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کسی کی دلآزاری ہے خواجہ میر باقی صوفیوں کی طرح انسان کے دل کو ''خلوت خانہ؟ خدا'' سمجھتا ہے اور احترام آدمیت کے ساتھ ساتھ احترام خالق اس کو اس امر کے لیے مجبور کرتا ہے اس لیے خواجہ میر کی شاعری میں اور تصنیفات میں ایک بڑا عنصر اخلاقی ہے یہ اخلاقی عنصر از یک سو، عام انسانیت اور آبا واجداد سے وہ غنی ورثہ جس نے کبھی انسان میں بھید بھاؤ نہیں سکھایا اور دوسری طرف از راہِ تصوف ان کی شاعری میں ودیعت کرگئی ہے جس کا انعکاس ان کی شاعری میں دیکھا جاسکتا ہے۔ ان کی شعری تخلیق میں ان کی کسی شعوری کوشش اور کاوش کو دخل نہیں۔ ان کی پاکیزہ شاعری بڑی سنجیدہ اور شائستہ شاعری ہے اس میں زندگی کا عرفان ہے ان کا زمانہ دہلی میں سلطنت تیموریوں کے انحطاط کا زمانہ تھا امراء و شرفاء اس حالات ابتری سے سرگرداں ہوکر دہلی خیر باد کہہ رہے تھے یا آزردہ خاطر گوشہ نشینی اختیار کررہے تھے دنیاوی چکا چوند کا بدل عالم باطن کے سکون و ثبات میں تلاش کیا جارہا تھا۔ تیرہویں صدی میں چنگیز خاں کے بغداد پر حملہ اور غارت گری کے سبب تصوف کی طرف عام مسلمانوں کا رجحان بڑھا جس سے اس مسلک کو نئی توانائی بخش تھی اسی طرح اٹھارہویں صدی میں دہلی کے زوال اور پستی سے مایوس ہوکر لوگ باطنی و روحانی مشاغل کی روشنی میں سکون و عافیت ڈھونڈنے لگے۔

خواجہ میر دردؔ کی تصانیف میں بھی یہی اجتماعی دروس نمایاں ہے ان کی تصانیف میں فارسی و اردو دونوں زبانوں میں موجود ہے ہنوز وہ پندرہ سال کے تھے کہ انہوں نے اولین کتاب ''اسرار الصلوٰۃ'' فارسی زبان میں تحریر کر خداداد قابلیت کا مظاہرہ کیا۔ اس رسالہ کے آخر میں ان کی ایک رباعی بھی ہے۔ ان کی فارسی زبان میں ایک درجن کتابیں ہیں بیشتر اپنی تصانیف میں مسائل تصوف کو صوفیانہ انداز میں

پیرایہ ہے۔

نماز کے اسرار ورموز اور خوبیوں پر یہ پہلی نثری کتاب فارسی زبان میں تحریر فرمائی جسے اعتکاف کے حالت میں رمضان کے آخر عشرہ میں تکمیل کی۔انہوں نے اپنی شاعری کا آغاز فارسی زبان سے شروع کی۔فارسی زبان

اپنی دوسری تصانیف ''واردات'' میں انہوں نے مختلف متصوفانہ موضوعات پر قلمبند کی ہے۔اپنے ہر موضوع پر انہوں نے ایک یا دو رباعیوں کی شکل میں دیا گیا ہے بعدازیں، اسکی وضاحت وتبصرہ بھی لکھا ہے اس کا ایک ناقص نسخہ انڈیا آفس لائبریری میں موجود ہے۔اس کتاب کا آغاز اس الفاظ سے ہوتا ہے۔

الحمد الله العلیم الملهم و الصلوٰة و السلام۔امابعد میگوید فقیر خواجہ میر دردؔ

اس کتاب کی تصنیف کے مطابق خود فرماتے ہیں:

''ومی و نئے سالہ بودہ کہ صحیفہ واردات تسوید کردہ۔''۱۹

علم الکتاب ان کی رسالہ واردات کی شرح ہے جو ایک سو گیارہ واردات پر مشتمل ہے۔اس کا آغاز حمد سے ہوتا ہے جو عربی زبان میں لکھی گئی ہے۔

''الحمد لک یا اللہ والشکر لک یا رباہ انت اللمتنی من عندک''

اس کا ایک باب کتاب لکھنے کے بیان میں، ایک اظہار اقتباس با احادیث وآیات واسرار، جس طرح ابوالفضل نے اپنی تصانیف اکبر نامہ اور آئین اکبری یں اکبر بادشاہ کے نام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے لفظ 'اللہ اکبر' کی جگہ جگہ تکرار کی ہے اس طرح دردؔ نے ہر ''وارد' کا آغاز ''ہوالناصر'' سے کیا ہے اس لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگرچہ اللہ کا تذکرہ کرنا ان کا مقصود ہے لیکن دردؔ نے اس طرح اپنے والد سے والہانہ محبت وشیفتگی کا اظہار کیا ہے۔

اپنی رسالہ نالۂ درد جو ۱۴۳ نالوں پر مشتمل ایک چھوٹی سی کتاب ہے حمد وثنا کے بعد اپنی مختلف تصانیف کے بارے میں ذکر کیا ہے۔اس کے مختلف موضوعات مثلاً تصوف اور اخلاقیات وغیرہ کے متعلق اپنی خیالات کا اظہار کیا ہے اپنی فارسی

شاعری ضمناً اس میں درج کیے ہیں۔

ان کی رسالہ آہ سردی بھی ان ہی موضوعات پر مبنی ہے جو رسالہ نالہ ؟ درکی ہے یہ ۱۴۳ ''آہوں'' (چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کے نام) پر مشتمل ہے لیکن درمیان میں جگہ جگہ اپنی فارسی شاعری درج کیے ہیں یہ رسالہ انہوں نے ۱۱۹۳ھ مطابق میں ختم کیا۔

مذکورہ دو رسالوں کے مانند رسالہ درد دل بھی انہوں نے حسب معمول ۱۴۳ 'دردوں' پر مشتمل ہے اور ان ہی تصوف وعرفان کے اسرار و رموز کو جو مختلف مواقع پر ظاہر ہوئی کیفیات کو درج کیا ہے۔

اپنی تصنیف ''رسالہ شمع محفل'' بھی ۱۴۳ ''نوروں'' پر مشتمل یہ رسالہ گویا پہلے تین رسالوں کا تتمہ ہے اس میں اپنی متصوفانہ جذبات واس کے رموز واسرار اور شاعری پر مختصر سا تبصرہ اور اپنی شہرت کا تذکرہ ہے۔

دیوان فارسی

اس کے قلمی نسخے آج بھی موجود ہیں دیوان کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے۔

''وبس فیض سخن روشن کند ہر جا بیانم را
سمند بر سرو ہم جا شمع ساں عضوز ہانم را

اس طرح انہوں نے رسالہ حرمتِ غنا، واقعاتِ دردؔ سوزِ دل جیسی تصانیف کی ہے جس میں 'رسالہ حرمتِ غنا' اپنے مریدوں کی ہدایت کے لیے لکھا ہے۔

میدان سخن غزل تھا اور دردؔ کے سرمایہ سخن میں غزل اور رباعی دونوں شامل ہیں اور ان دونوں میں تصوف قدر مشترک ہے۔ دردؔ نے اپنے اردو اور فارسی کلام میں اپنے معنیٰ خیز تخلص سے خوب فائدہ اٹھایا ہے اردو میں تو تخلص کی معنویت کو لطف دیتی ہے لیکن فارسی میں دردؔ کی تکرار بڑی پر لطف ہے چند اشعار دیکھیے۔

روی آسانی نہ بیند مطلب دشوار ما
چنان معلوم می گردد دلی آزردۂ دارد

سراپا دردؔ بارد از کلام خواجہ میرؔما

چون نی ہمہ تن پُر از فغان در دم

می نالم وسربسر بیان دردم

این محفل درد جای بدمستی نیست

ہشدار کہ بزم امتیاز است ایں جا

خواجہ میر دردؔ شاعری کو کاسہ گدائی کا سبب نہیں بنانا چاہتے تھے اس لیے اپنی اعلیٰ ظرفی اور نیک نیتی کا ثبوت دیتے ہوئے کبھی ہجو لکھ کر کسی کی دل آزاری کا سبب نہیں بنانا چاہتے تھے۔شعر گوئی ان کا ایک مشغلہ تھا۔

خواجہ میر چونکہ درویش منش اور صاحب دل شاعر تھے،سوز و گداز۔درد وغم اور آہ وزاری ان کے دونوں کلاموں خواہ فارسی ہو یا اردو میں نمایاں ہے۔خواجہ خود درد مند انسان تھے تخلص کے لحاظ سے اسم با مسمیٰ تھے''نالہ ? درد'' میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

''میں درد مند محبت ہوں اور راحت میں بھی گرفتار محسن ہوں کیونکہ ایک عاشق ہمیشہ مضطرب اور محبوب کے درد کا پابند رہتا ہے وصل میں اس کا رونا''گریہ شادی''ہے اور ہجر کی حالت میں اس کی آہ وزاری نامرادی کے سبب ہے۔''[1]

بے ثباتی دنیا،ہستی ناپایدار،حدوث وقدم،جبر واختیار،ہمہ اوست،طلسم ہستی،حیرت اور دیگر بہت سارے صوفیانہ مضامین میں انہوں نے اظہار خیال کیا ہے۔

تصوف کی بنیاد ہمہ اوست پر ہے۔تمام مظاہر اسی ایک حقیقت سے متعلق ہے جو ہر جگہ موجود ہے جب اس ذات باری نے چاہا کہ اپنا عکس دیکھیں تو کائنات کی خلقت کی تا کہ اپنا جلوہ دیکھ سکے۔اس کائنات کا ہر ذرہ اس خورشید حقیقت کا پتہ دیتا ہے۔

رباعی

۱۔ دیدۂ عبرت کشا تا بنگری مانند عکس

جلوہ گر در صورت موہوم جانی دیگراست

گل اگر پردہ می درد ز رُخش

غنچہ ہم راز گوی آن دیں است

۲۔ فریاد کہ حسن بے حجاب اورا

در پردہ نہفت پردۂ کوری ما

صد جلوہ نمود یار و ما بیخبران

افسوس نداشتیم چشم بینا

خواجہ میر دردؔ کے کلام میں اردو زبان و محاورات کا اثر جسے ''استعمال ہند'' کے نام سے پکارا جاتا ہے کہیں کہیں نظر آتے ہیں اس طرح کی کیفیت برصغیر کے تقریباً تمام فارسی گوشعراء کے یہاں ملتا ہے۔ظاہر ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسری زبان میں اظہار خیال کرتا ہے تو غیر شعوری طور پر وہ اپنی زبان کے روزمردہ اور محاورہ وغیرہ کو بھی اس زبان میں ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے جیسا کہ کریال بمعنی گھروبال استعمال کیا ہے۔

سو اجلم بسکہ سفر دمبدم ست

ہردم پی قطع راہ مثل قدم ست

ای دردؔ بگوش من صدای کریال

بانگ جرس روندگان عدم ست

خواجہ میر دردؔ نے 'ترنگ' جس کا فارسی معنی کمان کھینچنے، تیر تلوا، چلانے اور شیشہ یا پیالہ وغیرہ ٹوٹنے سے پیدا ہوتی ہے دوسرے شاعروں کے برعکس خواجہ میر دردؔ نے لفظ 'ترنگ' کے ہندی معنی ''لہر''، امنگ وغیرہ'' کے لیے استعمال کیا ہے جیسا کہ انہوں نے اپنی مندرجہ ذیل رباعی میں اشارہ کیا ہے۔

ای دردؔ زبس محو ترنگ اویم

در بند خیال ہای ننگ اویم

از تنگی روزگار خود نیست براس

مست یاد دہاں تنگ ایم

خواجہ میر دردؔ کیکلام میں حالاتِ زمانہ جو پستی کی طرف گامزن تھا اور دہلی جیسے شہر جو اپنی ایک الگ نوعیت کے باعث ''عالم میں انتخاب'' تھی لیکن اٹھارہویں صدی میں انکی یہ حالت ہوگئی تھی کہ لوگ دہلی کو خیر آباد کہہ کر کوچ کر رہے تھے حتی کہ خواجہ میر دردؔ کے اقربا و خاندان بھی دہلی سے ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے تھے خواجہ صاحب نے دہلی کی اسی حالات کا نقشہ کچھ اس طرح کھینچے ہیں:

دہلی کہ خراب کرد اکنون دہرش
جاری شدہ اشکہا بجای ہنرش

بوداست ائب شیر نمک روی خوبان
چوں خط بتاں بود سواء شہرش

اپنے دوسرے کلام میں خواجہ صاحب نے نامساعد حالات کو اس طرح بیان کیا ہے۔

بیا ساقی کہ چرخ دوں مکدر کرد محفل ہا
مگردست سبو شوید غبار خاطر دل ہا
در آتشیم ازیں یاراں برنگ شمع
سوزد سرای خلق دلِ مہربانِ ما
بہ جام ما سبک ساراں بہ زودی بدہ ساقی
حباب آساہوا داران تو بستند محمل ہا
غریق بحر توحیدم ز احوالم چہ می پرسی
برنگ زندگی در خویش کردم قطع منزل ہا
سحر پیر مغانم گفت چوں خورشید گر گوئی
بہ یک جام از رح عالم نمایم رفع حائل ہا

سوار کشتی مے شو کہ این دریالے بے پایاں
ندارد آہ غیر از بیخودی ای درؔد ساحل ہا

حواشی

ا۔علم الکتاب میں ۴۸ اس سلسلے میں دوسرے تذکرہ نویسوں کے بیانات حسبِ ذیل ہیں۔

ا۔سلسلۂ آبائے او(خواجہ محمد ناصر) بلاشبہ بحضرت بہائالدین نقشبندی می رسد(مجمع النفاس از خان آرزو۔صفحہ۴۱۲۔۵۱۲)

۲۔از احفاد امجد شیخ بہائالدین نقشبندی بود، دستور بفصاحت از احد علی یکتا بحوالہ تشتر عشق صفحہ۳۷ حاشیہ

(۳)مخزن الغرائب از احمد علی سندیلوی مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری صفحہ۔۱۰۷

(۴)دستور فصاحت حاشیہ صفحہ ۳۷ بحوالہ مکملۃ الشعراء

(۵)گلشن بیخار از نواب مصطفیٰ خان شیفتہ صفحہ ۸۶

(۶)تذکرہ طور کلیم از سید نور الحسن ص۔۵۲

(۷)تذکرہ بزم سخن از سید علی حسن خان ص۔۸۶ سبھی اس پر متفق رائے رکھتے ہیں لیکن صاحب طبقاتِ شعرائے ہند،(ص۔۹۷) نے لکھا ہے کہ عندلیب شیخ بہائالدین کے نواسوں میں ہے اس طرح مولانا آزاد نے غلطی سے خواجہ میر درد کا سلسلہ مادری خواجہ بہاء الدین سے ملا دیا ہے (آبِ حیات مطبوعہ لاہور ص۔۴۸۱)اور صاحب خمخانۂ جاوید نے غالباً مولانا آزاد کی بھی پیروی کی ہے اور تحریر کیا ہے کہ درؔد کا مادری سلسلہ خواجہ بہاءالدین سے ملتا ہے۔(خمخانہ جلد سوم ص۔۸۶۱)

۲۔علم الکتاب۔ص۔۴۸

۳۔میخانۂ درؔد ص۔۹۱ بحوالہ مثنوی بیان واقع از خواجہ میر اثر

۴۔رسالۂ ہوش افزا،مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری ص۔۴۹ دراصل یہ بیان اس درویش کا ہے جس کی ملاقات کا ذکر عندلیب نے اس رسالہ میں کیا ہے۔

۵۔رسالۂ ہوش افزا۔ص۔۹

۶۔رسالۂ شمع محفلِ نور ص۔۱۴۳

۷۔رسالۂ ہوش افزا،مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی۔ص۔۱

۸۔رسالۂ شمع محفلِ نور ص۔۱۴۳

۹۔علم الکتاب ص۔۴۸

۱۰۔دو آغاز میں انہوں نے مفتی دولت مرحوم سے اکتساب مثنوی رسمیہ کا کیا تھا (طبقات الشعرائے ہند ص۔۰۸) (۳) کئی مہینے مفتی دولت صاحب سے مثنوی کا درس حاصل کیا تھا۔آبِ حیات ص۔۱۸۱ ۴۔ (۴) مشہور مفتی دولت سے مثنوی مولانا روم کے سبق لیے تھے (خمخانہ ؟ جاوید، جلد سوم ص۔۸۶) (۵) شعرائے ادوار ڈاکٹر اے۔وحید ص۔۴۷ (۶) کتب تصوف کی تحصیل اپنے زمانے کے سربرآوردہ علماء اور صوفیاء کرام سے کی۔(۷) تعلیم وتربیت والد ہی سے پائی (مختصر تاریخ ادبِ اردو از اصغر حسین خاں، ص۔۷۵) (۸) والد سے علوم متداد حاصل کیے (تاریخ نظم ونثر اردو از آغاز محمد باقر ص۔۱۴) (۹) فراق لکھتے ہیں کہ ظاہر وباطن کے کمالات انہوں نے والد سے سیکھے فارسی علم وادب کے لیے اس دن خان آرزو کی صحبت بھی اختیار کی اور مثنوی کے بعض دقائق مفتی صاحب سے بھی حاصل کیے۔(میخانہ ؟ درد ص۔۱۱۸) (۱۱) رسالہ ؟ دردِ دل ۶۱۲

(۲۱) ایضاً

(۱۳) تذکرۂ ہندی از مصحفی ص۔۲۹۔بعض متاخر تذکروں میں یہ بھی ہے کہ والد کے کہنے پر ملازمت ترک کی متاخرین کے بیانات حسبِ ذیل ہیں۔(۱) اول یہ فوج میں نوکر تھے لیکن بعد میں اپنے باپ........کی صلاح سے نوکری چھوڑ دی اور عابدانہ زندگی بسر کی (قاموس المشاہیر جلد اول ص۔۲۳۷) (۲).......درفنون سپاہ گیری دست گاہے بلند...........داشتہ (طور کلیم ص۔۵۳ پہلے سپاہی پیشہ تھے مگر والد کے حکم سے ملازمت چھوڑ کر فقراء اختیار کیا (مختصر تاریخ اردو، از اصغر حسین خان نظیر

ص۔۶۵)(۵) آغا محمد باقر نے مصحفی کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ پہلے فوج میں تھے لیکن والد کے حکم سے ۸۲ سال کی عمر میں دنیا چھوڑ کر گوشہ نشیں ہو گئے (تاریخ فرشتہ نظم ونثر اردو ص۔۴) لیکن مصحفی کا حوالہ اوپر آ چکا ہے اس میں والد اور ۸۲ برس کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے (۶) یادگار شعر از ترجمہ فہرست اشپر نگر از محمد طفیل ص۔۶۸(۷) مولانا آزاد نے ملازمت کا کوئی ذکر نہیں کیا ان کا کہنا ہے کہ چونکہ وہ توکل پر بیٹھے تھے اس لیے ان کو نوکری یا دہلی سے باہر جانے کی ضرورت نہ ہوئی دربارِ شاہی سے بزرگوں کی جاگیریں چلی آتی تھیں امیر غریب خدمت کو سعادت سمجھتے تھے اور یہ بے فکر بیٹھے اللہ اللہ کرتے تھے (آبِ حیات صفحہ ۱۵۸۔۶۸)

۱۴۔رسالۂ نالۂ درد۔نالہ ۵۷

۱۵۔تذکرۂ شعرائے اردو ص۔۶۶

۱۶۔رسالۂ نالہ؟ درد۔نالہ ۶۱ ۷

۱۷۔نکاۃ الشعراء ص۔۱۴۵ امیر نے یہ قطعہ میں مشاعروں میں شریک ہونے کا ذکر کیا ہے۔

کیا رہا ہے مشاعرہ میں اب
لوگ کچھ جمع آن ہوتے ہیں
میر و مرزا رفیع وخواجہ میر
کتنے یہ اک جوان ہوتے ہیں

کلیات میر ص۔۱۱۰

۱۹۔تذکرہ ریختہ گویان۔ص۔۳۵

۲۰۔مجموعۂ نغز جلد اول ص۔۲۴۰ قاسم نے ایک اور بہت بڑے گویے میاں نورنگ کلاوت کا بھی ذکر کیا ہے جس نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی (تذکرہ ریختہ گویان۔ص۔۳۴)

علم موسیقی میں بہت اچھی دست قدرت رکھتے تھے (گلدستہ؟ ناز نینان ص۔

۶۱) دیگر تذکرہ نگاروں نے بھی خود اس طرف بیان کیا ہے۔

کتابیات

۱۔ دیوان دردؔ (خواجہ میر دردؔ دہلوی) مکتبہ جامعہ لمٹیڈ نئی دہلی 1971

۲۔ خواجہ میر درد کی فارسی شاعری۔ ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور مطبع ظفر سنز پرائزز، شمع پلازہ فیروزہ پور روڈ، لاہور

۳۔ خواجہ میر دردؔ تصوف اور شاعری ڈاکٹر وحید اختر، اشاعت مارچ 1971 انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ طباعت۔ لیتھو کلر پرنٹرس علی گڑھ۔

۵۔ خواجہ میر دردؔ (حیات وخدمات) مرتبہ۔ ڈاکٹر رضا حیدر، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی

۶۔ دیوان خواجہ میر درد، مرتبہ ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی ۱۹۱۷ ناشر مکتبہ شاہراہ، اردو بازار، دہلی۔۶

۷۔ انتخابِ کلام دردؔ، از پروفیسر صدر الدین فاضل شمستی، پشکت بھنڈار پٹنہ

☆☆☆